ادعونی استجب لکم (القرآن)

ذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولو اللھم ربنا ولک الحمد (الحدیث)

الرسالة المسماة

نشاط العبد
بجہر
ربنا ولک الحمد

مؤلف:

رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی

بسم الله الرحمن الرحيم

ادعونی استجب لکم

اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا ولک الحمد

الرسالة المسماة

نشاط العبد

بجهر

ربنا ولک الحمد

مؤلف

علامه سید ابی محمد بدیع الدین شاه راشدی رحمة الله علیه

نام کتاب : نشاط العبد بجہر ربنا ولک الحمد
مولف : فضیلۃ الشیخ علامہ بدیع الدین شاہ الراشدی (رحمۃ اللہ علیہ)
صفحات : ٥٦
ناشر : مکتبہ دعوۃ السلفیہ

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین.

اما بعد!

عظیم لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے بلکہ چرخ نیلی فام کی ہزار سالہ گردش اور خورشید جہاں تاب کی لاکھوں ضیاء پاشیوں کے بعد کوئی بطل جلیل، عظیم سپوت اور دانائے راز جنم لیتا ہے۔ جس کے تذکرے ہر خاص و عام کی زبان زد ہوتے ہیں۔ ایسی شخصیات کا نام تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جاتا ہے۔ صدیوں کے گذرنے کے باوجود ان کی یادیں دل وروح کے ہر گوشۂ تاریک کو اپنی تنویر سرمدی سے درخشندگی و تابندگی بخشتی رہتی ہیں اور آنے والی نسلیں انہیں اپنے لئے مشعل راہ بنا کر اپنے حیات علمی میں پیش آنے والی پیچیدگیوں اور نشیب و فراز سے بطریقِ احسن نبرد آزما ہونے کا حوصلہ دیتی ہیں۔

علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجودہ صدی کی ایسی شخصیت ہیں، جن کو ان کی علمی و دینی خدمات کے باعث علمی حلقوں میں صدیوں یاد رکھا جائے گا۔ علامہ مرحوم کی علمی حیثیت سے عالم اسلام آگاہ ہے آپ بہت بلند پایہ عالم دین، عربی، سندھی، اردو، اور فارسی زبان کے ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ ادب ولغت پر دسترس رکھتے تھے۔ آپ فن تفسیر کے رموز شناس اور حدیث پر گہری نظر رکھنے والے، تاریخ و اسماء الرجال، جرح و تعدیل کے ساتھ ساتھ فن تحقیق و تنقید کے اصولوں غرض ہر شعبۂ علم پر دسترس کے حامل تھے۔ ان کے

جذب و قبول کا یہ عالم تھا کہ ایک عبارت نظر سے گذر جائے تو وہ اس کے اسرار و رموز سے واقفیت کے حامل ہوجاتے تھے اور وہ ان کے لوح دل و دماغ پر ہمیشہ کے لیے نقش ہوجاتی۔ آپ جب آمادۂ تحریر ہوتے تو ان کے قلم سے افہام و تفہیم کے ایسے موتی آشکارہ ہوتے کہ ابلاغ کا حق مکمل طور پر ادا ہوجاتا۔ آپ کی علمیت کا اندازہ، آپ کی تحریر و تقریر سے بخوبی ہوتا ہے۔ جب کبھی کسی مسئلہ پر اظہار خیال کرتے تو دلائل کے ڈھیر لگا دیتے، جس کے نتیجہ میں سامع و قاری ان کی علمی و تحقیقی قابلیت کا متعرف نظر آتا ہے جس کا واضح ثبوت ان کی مختلف اللسان ۱۵۰ تصانیف اور خطبات و تقاریر سے ہوتا ہے۔

زیر نظر کتاب "**نشاط العبد بالجهر ربنا ولك الحمد**" بھی آپ کی ان ضیاء پاشیوں کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ جس کے پڑھنے سے ان کی صلاحیتوں کا اعتراف روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے۔ جس میں مذکورہ مسئلہ کے علاوہ ضمناً کئی اور علمی مباحث بھی زیر بحث آئے ہیں جن سے اہل علم استفادہ کرسکتے ہیں۔

مکتبہ دعوۃ السلفیہ مٹیاری نے آپ کی تصانیف کو افادہ خاص و عام کی غرض سے اشاعت و طباعت کا پروگرام بنایا ہے یہ کتاب بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے اب یہ ہمارا فرض قرار پاتا ہے کہ ہم اپنے اکابرین و اسلاف کے علمی و تحقیقی کارہائے نمایاں چمن سے خوشبو حاصل کریں۔ بصورت دیگر ہمارے تغافل عارفانہ کے نتیجہ میں اس عظیم ذخیرہ علم و تحقیق کے ضائع ہونے کا احتمال ہے اس علمی اور تحقیقی ذخیرے کی اشاعت ہم سب کا اولین مقصد ہونا چاہیے، کیونکہ فرد واحد اس کام کو ادا کرنے سے قاصر ہے تو پوری اہل حدیث جماعت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس اشاعتی پروگرام کی تکمیل میں دامے، درمے، سخنے اپنا کردار ادا کرے اور اپنے محسن امیر علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ، جن کی زندگی کا اولین مقصد علمائے حق کا وہ مکتبۂ فکر و جماعت تھی جسے تاریخ ''اہل

حدیث" کے نام سے موسوم کرتی ہے اور جنھوں نے پوری زندگی اپنی ذہنی، جسمانی صلاحیتوں کو اس جماعت کی بقا کے لیے وقف کردیا تھا، ان کی تصانیف کو منظر شہود پر لانے کے لیے تعاون کرے۔

احقر حضرت الامیر محترم **پروفیسر علامہ عبداللہ ناصر رحمانی** حفظہ اللہ تعالیٰ کا بھی مشکور ہے جنھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس کتاب پر جامع اور علمی تقریظ لکھ کر اس کتاب کی افادیت کو چار چاند لگائے (جزاہ اللہ احسن الجزا)

میں ان سب احباب جماعت کا بھی مشکور ہوں جنھوں نے کتاب کی اشاعت میں دامے، درمے، سخنے تعاون فرمایا (جزاھم اللہ فی الدارین)

آخر میں دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ پر عمل کرنے اور ان کے پیغام کو دیگر تک پہنچانے کی ہمت و استطاعت دے۔ آمین۔

والسلام
خادم العلم و العلماء حق
احقر العباد
عبدالرحمن میمن
۳ اپریل سنہ ۱۹۹۷ء
مدیر
مکتبہ الدعوۃ السلفیہ
میمن کالونی مٹیاری

تقریظ

از: پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی
امیر جمعیت اہل حدیث سندھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

اما بعد!

زیر نظر رسالہ بنام "نشاط العبد بجہر ربنا ولک الحمد" پیش خدمت ہے۔ یہ رسالہ شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی تالیف لطیف ہے۔ اس رسالہ کا موضوع یہ ہے کہ رکوع سے کھڑے ہو کر پڑھنے والی دعا "ربنا ولک الحمد ...." جہر سے پڑھنی چاہیئے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے احادیث صحیحہ اور سلف صالحین کے آثار سے اپنا یہ موقف مدلل ومبرہن فرمایا ہے۔

اس رسالہ کو بنظر انصاف پڑھنے والا یقیناً اس کا عامل ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔ اس سلسلہ میں دو باتوں کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں:

پہلی بات یہ ہے کہ جہر سے کیا مراد ہے؟ جہر کا معنیٰ السماع الغیر ہے۔ یعنی اتنی بلند آواز سے پڑھ لیا جائے کہ کوئی دوسرا سن لے۔ چنانچہ بحالت نماز اگر آپ کے برابر میں کھڑا ہوا شخص آپ کی آواز (ربنا و لک الحمد .....) سن لے تو جہر کا حق ادا ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس کے لئے ضروری نہیں

ہے کہ بہت ہی گلا پھاڑ کر کہا جائے۔ کیونکہ آمین جھر کے متعلق مسجد کے گونج جانے کی جو روایات ملتی ہیں وہ (ربنا ولک الحمد .....) کے جھر کے متعلق نہیں ملتیں۔ لہذا السماع الغیر کی حد تک جھر ہونا چاہیئے۔ (واللہ اعلم)

دوسری بات یہ ہے کہ یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ صحابہ کرام کا عمل بھی ملتا ہے بعض علاقوں میں تو اس عمل کا خوب اہتمام ہے۔ بنگال کے علاقوں میں ہم نے ہر مسجد میں یہ عمل دیکھا ہے۔ بہار کے علاقوں کے متعلق بھی اس سنت پر عمل کی بات سنی ہے۔ سندھ کے علماء میں الشیخ المحدث علامہ محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ بھی اس کے عامل تھے۔ ایک روز مفکر اسلام حافظ محمد عبد اللہ صاحب بہاولپوری رحمہ اللہ علیہ سے اس خواہش کا اظہار سنا کہ یہ مسئلہ ثابت ہے اور بیان کرنے کو دل چاہتا ہے لیکن بوجوہ بیان نہیں کر سکا۔

بہر حال اللہ تعالیٰ ہمیں مکمل متبع سنت بنادے۔ **اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا شھادۃ وصلی اللہ علیٰ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.**

عبداللہ ناصر رحمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللهم ربنا ولک الحمد حمداً كثيراً طيبًا مباركًا فيه امتثالاً بقولک سمع الله لمن حمده علىٰ لسان نبيک النبيه صلواتنا تحميدک وتمجيدک وتكبيرک وتسبيحک والتوجيه فنحن حمادون لک وانت محمودنا لامثيل لک ولا شبيه ونصلى ونسلم علىٰ اكمل الحامدين رسولک محمد احمد الوجيه بيده لواء حمدک فمن قام تحته فقد افلح وله عيش رفيه ومن تولى فقد اقرح وله ضريع كريه. مع آله واهله وصحبه المحسودين لعدوک العتيه واتباعهم الى يوم يميز بين الفقيه والسفيه ويوزن بين الحقائق والترادیه.

اما بعد! ارباب رکوع و عبادت واصحاب خشوع وریاضت کی خدمت بابرکت میں عرض ہے کہ، نماز اللہ تعالیٰ کی خالص حمد کا نمونہ ہے۔ جب بندہ رکوع سے سیدھا ہوتا ہے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ جس بندے نے اپنے رب کی تعریف کی تو وہ اس کو سنتا ہے، یعنی قبول فرماتا ہے۔ یہ جملہ جواب کا مقتضی ہے یعنی اس کے عقب میں جوابی طور پر خدا کی حمد کرنا

ضروری ہے، کیونکہ اس وقت قبولیت ایزدی منتظر ہوتی ہے۔ اس لئے جواب میں: **اللھم ربنا لک الحمد** (اے اللہ ہمارے پرودگار تیرے لئے حمد ہے) کہنا مشروع ہوا۔ چونکہ اس ترتیب سے ظاہر ہوا کہ یہ جواب اس جملہ کا تابع ہے، لہذا جو حکم متبوع کا ہوگا وہی تابع کا ہونا چاہئے۔ یعنی اگر متبوع جہراً ہے تو تابع بھی جہراً اور سراً ہے تو یہ بھی سراً ہونا چاہئیے۔ جیسا کہ آمین قرأة کی تابع ہے۔ مگر بایں ہمہ فی زمانہ اکثر جگہ پر اس کے خلاف عمل ہورہا ہے، بلکہ دیکھا گیا ہے کہ بعض اھل العلم جہراً ربنا ولک الحمد کہنے کو ناپسند کرتے ہیں، حتاکہ بعض تو جہراً کہنے والوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اگرچہ علماء سے ایسا ہرگز متوقع نہ تھا، مگر کیا کیا جائے۔

نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

اسی حالت کے مد نظر اس مختصر رسالہ موسوم "**نشاط العبد بجھر ربنا ولک الحمد**" میں چند احادیث و آثار جمع کئے جاتے ہیں۔ اس میں دو باب اور خاتمہ ہے۔ خداوند جل جلالہ سے دعا ہے کہ اس کو قارئین کے لئے طریقہ ہدایت اور میرے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

ع ویرحم اللہ رجلاً قال آمینا

باب اول

احادیث مرفوعہ کے بیان میں

پہلی حدیث شریف

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد فانه من وافق قوله قول الملائكة غفر له ماتقدم من ذنبه	ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام سمع الله لمن حمدهٗ کہے تو تم اللهم ربنا لک الحمد کہو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے (اس طرح) کہنے سے موافق ہوگیا (یعنی مل گیا) تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

(بخاری ص۱۰۹ ج۱، مسلم ص۱۷۶ ج۱ مع النووی، نسائی ص۱۷۲ ج۱، ابوداؤد ص۱۲۴ ج۱، ترمذی ص۶۶ ج۱، ابو عوانہ ص۱۷۹ ج۲، طحاوی ص۱۴۰ ج۱، بیہقی ص۹۵ ج۲، ابن ابی شیبہ ص۱۷۴ ج۱ قلمی)

تشریح: یہاں لفظ قولوا (کہو) بلا قید وارد ہے لہٰذا بموجب قاعدہ محمول علی الجہر ہوگا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ:

والقول اذا وقع به الخطاب مطلقًا حمل على الجهر	جب مطلقاً (بلاقید سر و جہر) قول سے خطاب وارد ہو جہر ہی پر محمول

ومتیٰ ارید به الاسرار او حدیث النفس قید بذلک (فتح الباری ص٢٦٧ ج٢)	ہوگا اور جب آہستہ یا دل میں پڑھنا مراد ہوتا ہے تو ایسی قید لگائی جاتی ہے۔

چونکہ یہاں بھی کوئی قید نہیں لھذا جہراً کہنا مراد ہوگا، بناءً علیہ اس حدیث کے راوی ابوھریرہ خود جہراً کہتے تھے جیسا کہ انشاءاللہ باب دوم میں ذکر ہوگا۔ والراوی ادری بمرویہ۔

مثال: سید المحدثین حضرت امام بخاری اپنی صحیح ص۱۰۸ ج۱ میں باب رکھتے ہیں کہ: باب جہر الماموم بالتامین (یہ باب مقتدی کے آمین بالجہر کہنے کے بیان میں ہے) یا پھر دلیل میں یہ حدیث ذکر فرماتے ہیں کہ:

اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضّالّین فقولوا آمین	جب امام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

بظاہر اس حدیث میں جہر کا ذکر نہیں ہے مگر شراح ابن حجر و قسطلانی وغیرہ یہ وجہ بتاتے ہیں کہ بلا قید قول کے ساتھ خطاب وارد ہے۔

ناظرین! دونوں روایتوں میں ایک جیسے الفاظ ہیں لھذا امام موصوف کے استدلال کو صحیح ماننے والا ہمارے استدلال کو ہرگز غلط نہیں کہہ سکتا۔

سوال: آمین کے لئے دوسری احادیث وارد ہیں یہ ان سے ملکر دلیل بنتی ہے۔

جواب: اولاً امام بخاری نے صرف اسی ایک کو دلیل بنایا ہے اور دوسری روایات

ان کے صحیح کے شرط پر نہیں تھیں۔

ثانیًا: محدثین اس حدیث کو تنہا بلا تائید دوسری روایات کے، مستقل دلیل مانتے ہیں۔

ثالثًا وعلی التقدیر مسئلہ فیما نحن کے لئے بھی دوسری روایات موجود ہیں۔ کما ستعرفہ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سوال: فتح الباری میں آمین کی دلیل کے لئے تین اور وجوہ بھی مذکور ہیں؟

جواب: وہی وجوہ یہاں بھی کار آمد ہیں، کما لا یخفی علیٰ من تامل فیہا۔

ثانیًا: ایک وجہ کا مطابق ہونا بھی استدلال کے درست ہونے کے لئے کافی ہے۔

سوال: نماز میں درود کے لئے بھی قولوا وارد ہے۔

جواب: لیکن درود تشہد کے تابع ہے اور تشہد کا اخفاء کرنا ہی سنت ہے (مشکوٰۃ ص۸۵) لحکم التابع کمتبوعہ اسی طرح جس جگہ قولوا سے آہستہ مراد ہوگی کوئی قرینہ ضرور موجود ہوگا۔

دوسری حدیث شریف

عن انس بن مالک عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم (وفی حدیثہ) اذا قال سمع اللّٰہ لمن حمدہ فقولوا ربنا ولک الحمد الحدیث.	انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو۔

(بخاری ص۱۰۱ ج۱، نسائی ص۱۷۲ ج۱، مسلم ص۱۷۷ ج۱ مع النووی، ترمذی ص۷۹ ج۱، ابن ماجه ص۱۷۲ ج۱، ابو عوانه ص۱۰۶ ج۲، عبد بن حمید ص۱۵۱ المصور، طیالسی ص۲۸۰، حمیدی ص۵۰۲ ج۲)

تیسری حدیث شریف

عن ابی موسیٰ قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلواتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین یحببکم الله فاذا کبر ورکع فکبروا وارکعوا فان الامام یرکع قبلکم ویرفع قبلکم فقال رسول الله صلی الله علیه

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ہمیں طریقہ بتایا اور نماز سکھائی۔ فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے لگو تو صفیں سیدھی بناؤ اور تم میں سے ایک امامت کرائے پھر جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو تاکہ اللہ آپ سے محبت کرے۔ پھر جب امام تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو (یعنی امام سے سبقت نہ کرو) کیونکہ امام (کی شان یہ ہے کہ) تم

وسلم فتلك بتلك واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد يسمع الله لكم فان الله قال على لسان نبيه صلى الله عليه وسلم سمع الله لمن حمده الحديث

(مسلم ص۱۷۴ ج۱ النووی، ابو عوانه ص۱۲۸ ج۲، محلی ص۲۵۸ ج۳، مصنف ابن ابی شیبه ص۱۷۴ ج۱، طحاوی ص۱۴۰ ج۱، بیهقی ص۹۶ ج۲)

سے قبل رکوع کرتا اور سر اٹھاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ساعت (امام کے سیدھے ہونے تک رکوع میں ٹھہرنا) اس ساعت (اس کے رکوع کرنے تک قیام میں رہنے) کے عوض ہے اور جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو تم اللهم ربنا لك الحمد کہو، خدا تمہاری سنے (یعنی قبول فرمائے) گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوا دیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے گا خدا اس کی سنے گا۔

تشریح: یہاں آمین و دعا دونوں کے لئے قول سے خطاب ہے، اس سے آمین بالجہر کا بھی حکم لیا جاتا ہے، لہٰذا یہ حکم بھی صحیح ہے۔ نیز اس میں دونوں کی فضیلت وارد ہے، جسے کوئی مسلمان نہیں بھلا سکتا۔ ایضاً یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ دعا سمع الله لمن حمده کا جواب ہے۔

سوال: اس حدیث میں مقتدیوں کو تکبیر کہنے کا حکم ہے کیا وہ بھی جہراً کہیں؟

جواب: یہاں لفظ کبروا ہے قولوا نہیں ہے اور مذکورہ قاعدہ صرف باب القول کے لئے ہے۔

چوتھی حدیث شریف

حدثنا هشام بن عمار ثنا سفیان عن الزهری عن انس بن مالک ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولک الحمد (ابن ماجه ص۶۲ ج۱)	انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو۔

سوال: راوی ھشام بن عمار متغیر الحفظ ہے۔

جواب: حضرت انس کی ایک صحیح روایت ابھی گذر چکی ہے لھذا یہ روایت اس کے ساتھ قوت پکڑ کر حسن بن جاتی ہے کما تقرر فی الاصول۔

ثانیاً: اس روایت میں ابو خیثمہ نے ھشام کی متابعت کی ہے: ففی صحیح ابن حبان اخبرنا ابویعلی حدثنا أبو خيثمة حدثنا سفيان عن الزهری عن انس فذكره كذا فی موارد الظمان للهيثمی ص۱۴۷ وهكذا فی مسند ابی یعلی الموصلی ص۱۵۵ ج۲ قلمی اور امام احمد نے مسند ص۲۳۰ ج۲ میں اور ابن ابی شیبہ نے مصنف

ص۲۵۲ - ۲۵۳ ج۱ میں بھی اس کی متابعت کی ہے۔

سوال: سفیان بن عیینہ مدلس ہے اور عن الزھری کہتا ہے۔

جواب: ابن عیینہ کی تدلیس مرتبہ ثانیہ کی ہے اور محدثین کے نزدیک اس کی معنعن روایت مقبول ہے، کما فی طبقات المدلسین لابن حجر ص۲۔

ثانیاً: حافظ ذھبی کتاب "ذكر اسماء من تكلم فيه وهو موثق" میں لکھتے ہیں کہ ابن عیینہ غیر ثقہ سے تدلیس نہیں کرتا۔

ثالثاً: متابعت کی صورت میں یہ شبہ نہیں رہتا۔ كما تقرر فى مقره، فقد تابعه عن الزهرى معمر عند الحميدى وزمعة عند الطيالسى ومالك عند الدارقطنى

ورابعاً: خود ابن عیینہ نے ایک روایت میں سماع کی تصریح کردی ہے۔ مسند الحمیدی ص۲۰۲ (قلمی) میں ہے: حدثنا الحميدى قال ثنا سفيان قال ثنا الزهرى قال سمعت انس بن مالك فذكره. پس حدیث متصل رہی۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ:

وقد علم من قاعدة المحدثين ان المدلس اذا روى حديثه من طريقين قال فى احدهما "عن" وفى الاخرىٰ "حدثنى" او اخبرنى كان الطريقان

قواعد محدثین سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مدلس راوی کی حدیث جب دو سندوں سے مروی ہو اور وہ ایک میں "عن"، دوسری میں "حدثنی" یا "اخبرنی" کہتا ہے تو دونوں سندیں

صحیحین و حکم باتصال الحدیث. (شرح المهذب ص٣٦٦ ج٣)	صحیح ہوں گی اور حدیث متصل کے حکم میں ہوگی۔

پس اس روایت کی صحیح ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ بلکہ یہ

پانچویں حدیث شریف

اس مسئلہ کے لئے سمجھنی چاہیے کیونکہ دونوں طریقے صحیح ہوئے۔

چھٹی حدیث شریف

عن ابی هریرة قال قال النبی صلی الله علیه وسلم انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولک الحمد.	ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی متابعت کی جائے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو۔

(بخاری ص١٠١ ج١، مسلم مع النووی ص١٧٧ ج١ مصنف ابن ابی شیبه (قلمی) ص١٧۴ ج١، صحیح ابوعوانه ص١٠٩ ج٢، بیهقی ص١٨ ج٢، مسند احمد ص٢٣٠ ج٢)

ساتویں حدیث شریف

حدثنا ابو الحسن محمد بن احمد الحنظلی ببغداد ثنا ابوقلابة الرقاشی ثنا ابوعاصم ثنا سفیان عن عبداللہ بن ابی بکر عن سعید بن المسیب عن ابی سعیذ الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام اللہ اکبر فقولوا اللہ اکبر واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا ولک الحمد.

(مستدرک الحاکم ص٢١٥ ج١)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام **اللہ اکبر** کہے تو تم **اللہ اکبر** کہو اور جب **سمع اللہ لمن حمدہ** کہے تو تم **ربنا ولک الحمد** کہو۔

سوال: سفیان ثوری مدلس ہے اور عن سے روایت کرتا ہے۔

جواب: اولاً اس کی عنعن بوجہ مرتبہ ثانیہ ہونے کے معتبر ہے۔ قال ابن حجر فی طبقات المدلسین ص۲۔

ثانیاً یہ حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے جیسے اگلی حدیث میں ذکر ہوگا۔ متابعت تدلیس کے شبہ کو دور کردیتی ہے۔ اس لئے حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور ذھبی نے تلخیص میں اس کی موافقت کی ہے۔

سوال: یہاں اللہ اکبر کے لئے قول سے مطلق خطاب وارد ہے۔

جواب: اگرچہ یہاں بظاہر مطلق ہے مگر ایسا قرینہ پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کو تکبیرات آہستہ کہنی چاہئیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کی نماز کے بیان میں ہے کہ:

ابوبکر یسمع الناس التکبیر (بخاري ص۹۹ج۱، مسلم مع النووی ص۱۷۹ج۱)	ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف بحیثیت مقتدی کھڑے تھے تکبیر (جہراً کہہ کر) لوگوں کو سنا رہے تھے۔

ابو عوانہ میں یہ لفظ ہیں کہ:

اذا کبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر ابوبکر لیسمعنا (صحیح ابو عوانہ ص۱۰۹ ج۲)	جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر فرماتے تو ابوبکر بھی ہمارے سنانے کے لئے تکبیر کہتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صحابہ کرام تکبیرات آہستہ آہستہ کہتے تھے، کیونکہ یہاں ابوبکر کا بحیثیت ماموم ہونے کے جہراً تکبیرات کہنا خاص ایک علت (یعنی سنانے) کے لئے تھا نہ کہ عادۃً۔ پس صحابہ کا آپ کے پیچھے جہراً تکبیرات نہ کہنا آپ ہی کے حکم سے تھا نہ تو کم از کم آپ کی تقریر (ثابت رکھنا) ہی کافی ہے۔ یہ قرینہ بتاتا ہے کہ تکبیرات جہراً کہنے کا مقتدیوں کو حکم اس حدیث میں نہیں پس اس مسئلہ کو مسئلہ مانحن پر اعتراض کا

بہانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ فافہم۔

آٹھویں حدیث شریف

حدثنا ابوبکر نا یحی بن ابی بکیر قال نا زھیر بن محمد عن عبداللہ بن محمد بن عقیل عن سعید بن المسیب عن ابی سعید الخدری انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا قال امامکم سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارا امام جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو اور ابن ماجہ کی حدیث میں واو کے ساتھ ولک الحمد ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ قلمی ص۱۴۲ ج۱ واخرجہ البیھقی فی سننہ ص۱۶ ج۲ من ھذا الطریق عن یحیٰ مطولاً نحوہ واخرجہ ابن ماجہ فی سننہ ص۱۳ بھذ السند عن ابن ابی شیبہ بزیادہ الواو)

نویں حدیث شریف

حدثنا ابوطالب الحافظ ثنا محمد بن یزید بن محمد بن عبدالصمد ثنا یحییٰ بن عمرو بن عمارۃ سمعت ابن ثابت بن ثوبان یقول حدثنی

ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام سمع

عبداللہ بن المغفل عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فلیقل من وراءہ اللھم ربنا ولک الحمد

(دارقطنی ص١٢٩ ج١)

اللہ لمن حمدہ کہے تو اس کے پیچھے جو لوگ ہوں وہ اللھم ربنا ولک الحمد کہیں۔

دسویں حدیث شریف

حدثنا محمد بن مھران قال حدثنا الولید قال حدثنا ابن نمیر سمع ابن شھاب عن عروۃ عن عائشۃ قالت جھر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوٰۃ الخسوف بقراءتہ فاذا فرغ من قراءتہ کبر فرکع واذا رفع من الرکعۃ قال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد ثم یعاود القراءۃ

(بخاری ص١٣٥ ج١، ونحوہ فی الطحاوی ص١٣١ ج١، وابن ماجہ ص٩١)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز میں جھر سے قراءۃ کی۔ جب قراءۃ سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہہ کر رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہا اور دوبارہ قراءۃ کرنا شروع کی۔

تشریح: اس روایت سے صراحۃً آپ ﷺ کا جہراً ربنا ولک الحمد کہنا ثابت ہوا۔ خاص طور پر جبکہ عورتوں کی صفیں پیچھے ہوتی تھیں۔ وہاں سنائی دینا جہر پر اتم دلیل ہے۔ کیونکہ اگر حضرت ام المومنین نے سنا نہیں تھا تو دور سے ایسی نسبت کیسے کردی۔

سوال: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری دعا انتقال کی ہے۔

جواب: نہیں انتقال کی دعا صرف پہلا حصہ ہے اور دوسرا حصہ حالت قیام کی دعا ہے۔ جیسے ابوہریرہؓ کی ذیل کی حدیث میں مصرح ہے کہ:

ثم يقول سمع الله لمن حمده حين يرفع صلبه من الركعة ثم يقول وهو قائم ربنا ولک الحمد الحديث بخاری ص١٠٩ ج١، مسلم مع النووی ص١٦٩ ج١ وفيه بدله عن الركوع	آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) رکوع سے پیٹھ مبارک سیدھی کرتے وقت سمع الله لمن حمده اور کھڑے ہوجانے کی حالت میں ربنا ولک الحمد کہتے تھے۔

اس حدیث سے دونوں میں تفریق اور ہر ایک حصہ کا الگ الگ محل معلوم ہوا، بلکہ اس روایت سے بھی آپ ﷺ کا ربنا ولک الحمد جہراً کہنا ثابت ہوا، ورنہ ابوہریرہؓ یہ تفریق نہیں بتاسکتے اور نہ ان کو دونوں کا محل معلوم ہوتا۔ اسی طرح یہ

گیارہویں حدیث شریف

اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے ہے۔

بارہویں حدیث شریف

حدثنا ابو زکریا بن ابی اسحاق المزکی انبأ عبدالباقی بن قانع القاضی ببغداد ثنا اسحاق بن الحسن الحربی ثنا مسلم ابن ابراهیم ثنا عبدالله بن میسرة ثنا ابراهیم بن ابی حرة عن مجاهد عن محمد بن الاشعث عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یحسدونا الیهود بشیٔ ماحسدونا بثلاث التسلیم والتامین واللهم ربنا لک الحمد (بیهقی ص٥٦ ج۲)

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود جتنا تین، باتوں میں ہمارے ساتھ حسد کرتے ہیں اتنا کسی اور چیز میں نہیں کرتے ہیں:

۱- سلام کہنا ۲- آمین کہنا ۳- **اللھم ربنا لک الحمد** کہنا۔

تشریح: اس روایت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ خواہ آپ ﷺ کے اصحاب یہ کلمہ جہراً کہتے تھے وزنہ بصورت دیگر یہود نہ سنتے نہ ان کو حسد کرنے کا موقعہ ملتا اور اسی بناء پر اس روایت سے آمین بالجہر بھی ثابت کی جاتی ہے۔

سوال: عبداللہ بن میسرۃ ضعیف راوی ہے۔

جواب: اس پر اتنے شدید جروح وارد نہیں ہیں جو کہ اس کی روایت بالکل رد کردی جائے، بلکہ جروح بھی غیر مفسر واقع ہیں۔ کما فی التھذیب ص۴۸ ج۶۔ و میزان الاعتدال ص۸۱ ج۲ للذھبی بلکہ ابن حبان نے ضعفاء میں کہا ہے کہ لایحل الاحتجاج بخبرہ۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی روایت احتجاجاً نہیں مگر استشہاداً پیش کی جاسکتی ہے۔ جس طرح آمین بالجہر کی دوسری روایتوں کے ساتھ شہادت کے لئے یہ روایت پیش کی جاسکتی ہے اس طرح اس مسئلہ میں بھی شہادت کا کام دے سکتی ہے۔

سوال: راوی ابراھیم بن ابی حرۃ کو ساجی نے ضعیف کہا ہے؟

جواب: یہ راوی ہرگز ضعیف نہیں ہے۔ ساجی کا جرح مبہم ہے لہذا مردود ہے۔ بالخصوص جبکہ ائمہ نقاد نے اس کی توثیق کی ہے چنانچہ حافظ ذھبی میزان ص۱۴ ج۱ میں ساجی کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: **ولكن وثقه ابن معين واحمد وابوحاتم وزاد لابأس به** – یعنی اسکو ائمہ یحییٰ بن معین احمد بن حنبل ابو حاتم رازی نے ثقہ کہا ہے اور ابو حاتم کہتا ہے کہ اس کی روایت میں کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ اسی طرح امام ابن عدی "کتاب الکامل" میں ساجی کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ **وارجوا انه لا بأس به كذا فى لسان الميزان**

ص۴۷ ج۱ یعنی مجھے امید ہے کہ اس کی روایتوں میں کوئی اندیشہ جیسی بات نہیں ہے۔ نیز امام ابن حبان نے اسکو ثقات طبقہ ثالثہ یعنی اتباع تابعین میں شمار کیا ہے (کتاب الثقات ص۵ ج۳ قلمی) الحاصل یہ روایت مسئلہ کی اچھی طرح تائید کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

تیرھویں حدیث شریف

اخبرنا سوید بن نصر قال اخبرنا عبدالله ابن المبارک عن انس عن الزهری عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن ان اباهریرة حین استخلفه مروان علی المدینة کان اذا قام الی الصلوٰة المکتوبة کبر ثم یکبر حین یرکع فاذا رفع رأسه من الرکعة قال سمع الله لمن حمده ربنا و لک الحمد ثم یکبر حین یهوی ساجداً ثم حین یقوم من الثنتین بعد التشهد یفعل

ابو سلمۃ بن عبدالرحمن تابعی سے روایت ہے کہ ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کو مروان نے جب مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا اور آپ جب فرض نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے اور رکوع کرتے وقت تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہتے پھر سجدہ کو جاتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر دو رکعت پر التحیات پڑھ کر اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ اسی طرح ساری نماز پڑھکر جب فارغ ہوتے اور سلام

ذٰلک حتی یقضی صلواته فاذا قضیٰ صلواته وسلم اقبل علیٰ اهل المسجد فقال والذی نفسی بیده انی لاشبهکم صلواة برسول الله صلی الله علیه وسلم

(النسائی ص۱۶۸ج۱)

پھیر کر مسجد والوں (یعنی مقتدیوں) کی طرف متوجہ ہوتے تو کہتے تھے کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

تشریح: اس روایت میں بھی جہر ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ راوی کو معلوم ہونے کا اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ نیز ہر ایک تکبیر یا دعا کا محل بتانا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور اس نماز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ کہنا صاف بتاتا ہے کہ یہی عمل وطریقہ کار آپ ﷺ کے زمانہ میں معتاد تھا۔

چودھویں حدیث شریف

عن عبدالله بن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یرفع یدیه حذو منکبیه اذا افتتح الصلوٰة واذا کبر للرکوع واذا رفع رأسه من الرکوع رفعهما کذلک

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ مبارک اپنے کولھوں تک اٹھاتے تھے اور اس طرح جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر

ايضاً وقال سمع الله لمن حمده ربنا ولک الحمد وکان لا يفعل ذالک فی السجود (بخاری ص١٠٢ ج١. دارمی ص١٥٥. نسائی ص١٧٢ ج١. طحاوی ص١٣١ ج١)

مبارک اٹھاتے تو بھی اسی طرح ہاتھ مبارک اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہتے اور سجدوں میں آپ رفع الدین نہیں کیا کرتے تھے۔

تشریح: اس حدیث میں بھی اچھی طرح مسئلہ کا ثبوت ملتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں جملوں کو اکٹھا بتاتے ہیں اور یہ ہرگز درست نہیں ہے کہ پہلے جملے کو جہر پر اور دوسرے کو سر پر محمول کیا جائے۔ اس تفریق پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

پندرھویں حدیث شریف

عن رفاعة بن رافع الزرقی قال کنا یومًا نصلی وراء النبی صلی الله علیه وسلم فلما رفع رأسه من الرکعة قال سمع الله لمن حمده قال رجل وراءه ربنا ولک الحمد حمداً کثیرا طیبا مبارکا فیه.

رفاعتہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے رکوع سے سر مبارک اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور آپ کے پیچھے کسی شخص نے کہا "ربنا ولک الحمد حمداً کثیراً طیبًا مبارکًا فیه" (یعنی تو ہمارا رب

فلما انصرف قال من المتكلم؟ قال انا. قال رأيت بضعة وثلاثين ملكا يبتدرونها ايهم يكتبها اول

(بخاری ص۱۱۰ ج۱، نسائی ص۱۷۲ ج۱، ابوداؤد ص۱۱۳ ج۱، بیہقی ص۹۵ ج۲، مشکوٰۃ ص۷۲)

ہے اور تیرے لئے تعریف ہے بہت پاک و برکت والی) جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کون تھا ابھی بولنے والا؟ اس نے کہا کہ میں تھا، آپ نے فرمایا کہ میں نے تیس سے اوپر فرشتوں کو دیکھا، ایک دوسرے سے جلدی کر رہے تھے کہ اس عمل کو پہلے کون لکھے۔

تشریح: یہ حدیث اپنے باب میں بالکل صاف ہے۔ امام نسائی نے اس پر یہ باب رکھا ہے کہ:

باب ما يقول المأموم

یہ باب اس بیان میں ہے کہ مقتدی رکوع سے سیدھے ہونے کے بعد کیا کہے۔

ناظرین! اگر آپ ﷺ صرف اس پر سکوت فرماتے تو بھی اس فعل کے مسنون ہونے کیلئے کافی تھا۔ کیونکہ سنت تین قسم کی ہے۔ قولی، فعلی، اور تقریری۔ جس فعل پر آپ سکوت فرمائیں اس کو تقریری سنت کہا جاتا ہے، کیونکہ اس سے آپ کی رضامندی اور پسندیدگی ظاہر ہوتی ہے۔ بلکہ یہاں آپ نے اس قسم کا سوال کیا اور فضلیت و ثواب بتا کر دوسروں کو اس طرح کہنے کی ترغیب دلائی۔ حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

والحکمة فی سواله صلی الله علیه وسلم عمن قال ان یتعلم السامعون کلامه فیقولون مثله

(فتح الباری ص۲۲۸ ج۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال میں یہ حکمت ہے کہ دوسرے سننے والے سیکھ جائیں اور وہ بھی اسی طرح کہتے رہیں۔

سوال: یہ ایک صحابی کا واقعہ ہے؟

جواب: تو پھر کیا ہوا جب آنحضرت ﷺ نے منظور فرمایا اور اس کی فضیلت بتائی اور دوسروں کو ترغیب دلائی اس سے زیادہ اور کیا چاہیے۔

ثانیاً: کئی مسائل ایک ہی واقعہ سے ماخوذ ہیں مثلاً قیس رضی اللہ عنہ کا فجر کی سنت کو فرض کے بعد قضا کرنا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلا اذن (ترمذی ص ۸۸ ج۱) یعنی پس کوئی حرج نہیں ہے اور ابن ماجہ ص ۸۲ کی روایت میں ہے کہ فسکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ خاموش رہے۔ یہ حدیث اہل حدیث کے نزدیک عام طور پر معمول بہ ہے - اسی طرح جماعت ثانیہ کا آپ کے سامنے ایک ہی واقعہ پیش آیا ہے جو ترمذی ص ۵۹ ج۱، ابوداوٗد ص۷۶ ج۱ وغیرہ میں ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔ حالانکہ اس پر علماء اہل حدیث زور دیتے ہیں۔ ایسے اور بھی بہت سے مسائل ہیں۔

سوال ۲: جماعت ثانیہ کے لیے اس روایت کے علاوہ ابوامامہ، ابوموسیٰ، حکم بن عمیر، انس، سلمان، عصمۃ رضی اللہ عنہم سب سے روایتیں مروی ہیں کما فی الترمذی مع شرحہ تحفۃ الاحوذی ص۱۹۰ ج۱

جواب: ابوموسیٰ اور حکم رضی اللہ عنہما کی حدیثیں اس باب میں صریح نہیں، بلکہ استنباطی ہیں، جیساکہ امام ابن سید الناس نے شرح ترمذی ص ۱۴۷ ج ۲ قلمی میں ذکر کیا ہے اور ایسی روایتیں اس مسئلہ کے لیے بھی موجود ہیں۔ باقی سب روایتوں میں وہی الفاظ ہیں جو کہ ابوسعیدؓ کی حدیث میں ہیں کہ جماعت ہوجانے کے بعد ایک شخص آیا اور آپ کے فرمان سے کسی شخص نے اس سے مل کر جماعت ادا کی۔ اب سوال یہ ہے کہ ان سب روایات کو ایک ہی واقعہ پر محمول کریں گے یا تعدد پر؟ علی الاول یہ اعتراض خود آپ پر وارد ہوگا فما ھو جوابکم فھو جوابنا وعلی الثانی مسئلہ ما نحن فیہ میں بھی ایسی اور روایتیں ہیں کما سیاتی۔ پس وہ بھی تعدد واقعات پر محمول ہوں گی اور ہمارا دعویٰ اور مضبوط ہوجائے گا یہ تیسرا جواب سمجھنا چاہئیے۔
رابعاً اس سے علماء مسئلہ رفع الصوت بالذکر ثابت کرتے ہیں دیکھیں فتح الباری ص ۲۲۸ ج ۲، عمدۃ القاری ص ۱۳۹ ج ۳ المواھب اللطیفۃ مصنفہ مخدوم محمد عابد سندھی ص ۱۴۲ ج ۱ قلمی بخط المصنف وغیرہ اگر جہراً کہنا سنت نہیں ہے تو پھر یہ استدلال کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ **خامساً** علامہ ابن بطال اس روایت سے مکبر کے مقتدیوں کو تکبیر سنانے کا مسئلہ نکالتے ہیں، جس کی ابن حجر نے بھی تائید کی ہے۔ یہ اس وقت صحیح ہوسکتا ہے جب جہر کو سنت مانا جائے۔ **سادساً** صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ سوء ظن ہرگز نہیں کیا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے ایک فعل کیا جائے اور پھر آپ اس کی فضیلت بھی بتائیں، پھر بھی وہ اس پر عمل نہ کریں حاشاھم اللہ من ذٰلک - اگرچہ ان کا عمل بھی ثابت ہے جیسا کہ بارہویں حدیث دلالت کرتی ہے۔ نیز اگلے باب میں آثار بھی بیان ہوں گے۔

سوال: اس دعا میں واقعی دعا کی فضیلت مذکور ہے مگر جہر کا ذکر نہیں؟

جواب: جس کیفیت سے یہ دعا پڑھی گئی ہے، وہ جہر ہی ہے۔

ثانیاً آپ ﷺ کی تقریر دونوں امر (دعا پڑھنے اور جہر سے پڑھنے) پر تھی اور ایک کو ماننا اور دوسرے کو نہ ماننا ناانصافی ہے فما لکم کیف تحکمون۔

ثالثاً اگر یہ تفریق ہوتی تو آپ ضرور تصریح فرماتے۔ آپ کے بعد یہ تفریق کرنا اپنی طرف سے شریعت میں ایزاد ہے۔ مالم یأذن بہ اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

رابعاً بلکہ اگر آپ کو جہراً پسند نہ ہوتا تو ضرور بیان فرماتے۔ والسکوت عن البیان فی وقت الحاجۃ بیان۔ اس کی کئی مثالیں ہیں۔ مثلاً ۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیادہ اونچی آواز سے قرأت کرنے پر آپ ﷺ نے ان کو نصیحت فرمائی کہ:

اخفض من صوتک شیئا **مشکوٰۃ ص۱۰۷ ج۱ بحوالہ ابوداؤد**	اپنی آواز کو کچھ پست کرو۔

آپ کے پیچھے جہر سے قرأت پڑھنے پر آپ نے فرمایا کہ:

اختلطتم علی القرآن **(جزء القرأۃ للبخاری ص۵۹)**	مجھ پر آپ نے قرآن کو مخلوط کردیا

اور صاف فرمایا کہ

لاتفعلوا الا بام لقرآن سراً فی انفسکم **(جزء القرأہ للبیہقی ص۷۵)**	ایسا نہ کرو مگر سورہ فاتحہ آہستہ دل میں پڑھا کرو

ناظرین! جب مقتدی کے لیے جہراً قرأۃ پڑھنی ممنوع تھی تو آپ ﷺ نے منع فرمائی۔ اگر یہ دعا بھی جہراً پڑھنا آپ کو پسند نہ ہوتی تو ضرور ایسا ارشاد فرماتے، جبکہ آپ نے ایسی پابندی نہیں لگائی تو پھر دوسرا کون لگانے والا ہے؟ بلکہ بموجب آیت **لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة** (الاحزاب ع۳ پ۲۱) وحدیث **من احب سنتي فقد احبني** (ترمذی) ہم کو اس سے خوش ہونا چاہیے۔

سوال ۴: حدیث شرب قائما اور بال قائما ایسے ایک دفعہ کے واقعات بھی عادت وسنت قرار دیں گے؟

جواب: کھڑے ہو کر پینے یا پیشاب کرنے سے صراحۃً حدیث میں منع وارد ہے (مشکواۃ ص ۳۷، ۴۳) پس آپ ﷺ کا یہ عمل اجازت بتانے کے لیے ہے اور نہی استحباب کے لیے ہے۔ قاعدہ اسی طرح ہے اور مسئلہ **ما نحن فيه** میں صرف اثبات کے لیے دلائل وارد ہیں انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہذا اس پر ایسے مسائل قیاس کرنا یا ایک سنت کو مٹانے کا بہانہ بنانا درست نہیں ہے، عادت وسنت اور جواز کے درمیان بھی فرق ہے۔ فتفکر

سوال ۵: نسائی ص ۱۵۷ ج ۱ میں ہے کہ چھینک آنے سے کسی نے یہ دعا پڑھی؟

جواب: یہ دوسرا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ الفاظ مغایرۃ پر دلالت کرتے ہیں۔ یہاں راوی رفاعہ کسی شخص کا واقعہ بیان کرتا ہے اور وہاں اپنا بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ **صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فعطست فقلت الخ** یعنی میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی پھر مجھے

چھینک آئی اور میں نے یہ دعا پڑھی۔ دوم اس میں الفاظ "**مبارکا علیه کما یحب ربنا و رضی**" زیادہ ہیں جو اس میں نہیں ہیں۔ سوم اس میں دعا **الحمدللّٰه** سے شروع ہوتی ہے جو کہ چھینک سے مناسب ہے اور یہاں "**ربنا**" سے شروع ہوتی ہے جو کہ قیام بعد الرکوع سے مناسب ہے کما ھو المذکور فی الاحادیث فافترقا اور اسی بناء پر نسائی نے دونوں حدیثوں پر الگ الگ باب رکھا ہے۔ پہلی پر "**باب ما یقول المأموم**" اور دوسری پر "**قول المأموم اذا عطس خلف الامام**" وضع کیا ہے۔

ثانیاً: اگر دونوں کو ایک واقعہ فرض کیا جائے پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت اس کو چھینک آئی ہو جیسے کہ حافظ صاحب نے فتح الباری ص۲۲۸ ج۲ میں اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری ص۱۳۸ ج۳ میں لکھا ہے۔

سوال۶: اس بنا پر کیا خبر کہ یہ دعا اعتدال کی تھی یا چھینک کی وجہ سے؟

جواب: اسی لیے تو ہم نے ان کو تعدد واقعات پر محمول کیا ہے۔ **فقد رجعتم الیه** اور محدثین نے اس کو اعتدال کی دعاؤں میں شمار کیا ہے۔

سوال۷: نسائی ص۵۴ میں ایک روایت میں ہے جس میں اس دعا کا محل مذکور نہیں ہے؟

جواب: **اولاً** اس کی سند منقطع ہے کیونکہ عبدالجبار بن وائل کی روایت اس کے باپ سے مرسل ہے۔ کیونکہ اس کا اپنے باپ سے سماع ثابت نہیں ہے (تقریب ص۲۹۹۔ تہذیب ص۱۰۵ ج۶۔ ترمذی ص۳۵ ج۱۔ ثقات ابن حبان ص۱۷۰

ج۳) اور دوسرا ابواسحاق السبیعی متغیر الحفظ ہے (تقریب ص۳۹۳، تہذیب ص۶۷ ج۸، الاغتباط بمعرفة من رمی بالاختلاط لابن العجمی ص۱۱ قلمی) نیز مدلس بھی ہے کما فی التہذیب نقلاً عن ابن حبان وحسین الکرابیسی وابی جعفر الطبری وغیرھم- پس یہ روایت تین وجہ سے ضعیف ہے اور جو روایت ہم نے نقل کی ہے وہ صحیح بخاری کی ہے اس میں کوئی کلام نہیں- اس کو یہ معلول نہیں بنا سکتی **لا یعل الصحیح بالضعیف کما تقرر فی الاصول.**

ثانیاً اس میں بھی بارہ فرشتوں کا ذکر ہے- نیز اس میں لکھنے یا اٹھانے کے بجائے یہ الفاظ ہیں: **فما نھنھھا شیٔ دون العرش** یعنی ان کلمات کو عرش عظیم تک پہنچنے سے کسی چیز نے روکا نہیں- یہ دو وجوہات تفریق کے لیے کافی ہیں-

ثالثاً امام نسائی نے اس کو چھینک کے باب میں داخل کیا ہے اس بناء پر کہ دعا **"الحمد للہ"** سے شروع ہوتی ہے-

سوال۸: مسلم ص۲۱۲ ج۱ مع نووی وغیرہ میں ہے کہ کسی شخص نے ہانپنے کی وجہ سے یہ دعا پڑھی تھی؟

جواب: وہ دوسرا واقعہ ہے اس پر کئی دلائل ہیں- اول یہ کہ دعاء الحمد للہ سے شروع ہوتی ہے اور دعاء اعتدال **ربنا یا اللھم** سے جیسے کہ حدیث گذری-

دوم یہ کہ بلکہ نسائی ص۱۵۰ ج۱ میں تصریح ہے کہ یہ دعا اس نے تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھی تھی اور نسائی نے باب رکھا ہے: **باب نوع الاخذ من الذکر والدعاء بین التکبیر والقراۃ**

سوم یہ کہ اعتدال والی روایت میں تیس سے اوپر فرشتوں کا ذکر ہے اور اس روایت میں ہے کہ **لقد رایت اثنا عشر ملکا یبتدرونها ایهم یرفعها** یعنی بارہ فرشتوں کا ذکر ہے۔

چہارم یہ کہ وہاں فرشتوں کے لکھنے کا ذکر ہے اور یہاں یرفع یعنی اوپر اٹھانے کا ذکر ہے بلکہ یہ تینوں روایتیں مستقل طور پر اپنے احکام بتاتی ہیں۔ پہلی میں دعائے اعتدال دوسری میں دعائے العطاس تیسری میں دعا حفز النفس کا بیان ہے۔ ایک حدیث دوسری پر محمول اس وقت کی جاسکتی ہے جبکہ ہر ایک پر مستقل طور پر عمل متعذر ہو۔ والا فلا ایک مسئلہ سے تین کا ثبوت اولیٰ ہے کما تقرر فی الاصول اور امام نسائی تینوں احادیث کو الگ الگ ابواب میں لائے ہیں۔

تنبیہ: مجموعی روایات سے اس دعا کی فضیلت اور جہر کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

سوال ۹: ربنا لک الحمد تو آپ ﷺ سے ثابت ہے کیا زیادہ کلمات بھی آپ نے کہے ہیں؟

جواب: جس کام کو آپ پسند فرمائیں اور فضیلت بتا کر ترغیب دلائیں اور خود اس پر عمل نہ کریں ایسا گمان آپ سے کوئی مسلمان نہیں کرسکتا۔

سوال: بیشک یہ چیز آپ کے شان اقدس کے خلاف ہے کیونکہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ **لم تقولون مالا تفعلون (الصف ع۱ پ۲۸) اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم (البقرہ ع۵ پ۱) وانهم یقولون مالا یفعلون (الشعراء ع۱۱ پ۱۹)** لیکن کیا آپ جہراً پڑھتے ہوں گے؟

جواب: آپ کی پسندیدگی جس کیفیت کے لیے تھی وہ جہراً ہی تھی اور آپ نے یہ استثناء بھی نہیں فرمایا کہ مجھے کہنا تو پسند ہے لیکن جہراً نہیں رجماً بالغیب، ایسی نسبت آپ کی طرف ناجائز ہے۔

سوال: کیا ایسا کوئی ثبوت ہے کہ صحابہ نے اس عمل کو جاری رکھا ہو؟

جواب: ہاں ایسا ثبوت موجود ہے اگلے باب میں پڑھیں۔

ثانیاً عدم الذکر عدم الوجود کو مستلزم نہیں ہے۔

ثالثاً آپ ﷺ کی اس ترغیب دلانے کے بعد صحابہ سے ایسا گمان کرنا درست نہیں ہے۔

رابعاً بلکہ ایسا گمان ان میں قدح کا موجب ہے۔

خامساً کیا جو مسئلہ آپ سے ثابت ہو گیا وہ کسی کے عمل کا محتاج رہتا ہے؟ ہرگز نہیں!

سادساً جس نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی تھی کیا وہ صحابی نہیں تھے؟ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ایک طرف صحابہ کا عمل ہو جس کے متعلق آپ کی ذات والا صفات سے کلمات تحسین بھی وارد ہوں وہ تو مسنون نہ ہو لیکن رفع الیدین فی قنوت الوتر جس کا ماسوائے ایک دو صحابہ کے اثر (۱) کے کسی مرفوع حدیث میں ذکر نہ ہو،

---

(۱) وتر کے قنوت میں ہاتھ اٹھانے کے لیے صحابہ سے صرف دو اثر وارد ہیں اور وہ بھی ضعیف ہیں۔ ایک حضرت ابن مسعودؓ کا ہے، جس کی سند میں لیث بن ابی سلیم ہے اور دوسرا حضرت ابوہریرہؓ کا ہے، جس میں ابن لہیعہ ہے۔ یہ دونوں راوی ضعیف ہیں دیکھیں تقریب وتہذیب۔

اس پر بڑے اہتمام سے عمل کیا جائے!! کیا یہ طرز عمل درست ہے؟ (۱)

بریں عقل و دانش بباید گریست

سولھویں حدیث شریف

قال البزار فی مسنده حدثنا عبدة بن عبدالله القسملی انا یزید عن ابی سعید بن المرزبان عن میمون عن عبدالله بن عمرو قام صلی الله علیه وسلم صلواة فلما قال سمع الله لمن حمده قال رجل من خلفه اللهم ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکًا فیه . فلما انصرف رسول الله صلی الله علیه

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو آپ کے پیچھے کسی شخص نے کہا: اللهم ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکًا فیه. جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کہ اس کلمہ کو کہنے والا کون تھا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ میں تھا۔ آپ نے فرمایا

---

(۱) بلکہ جس طریقہ سے تراویح کے بعد وتر میں قنوت پڑھی جاتی ہے مثلاً ہاتھ اٹھا کر امام جہراً پڑھے اور مقتدی آمین کہیں۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ اس کا کسی حدیث میں ثبوت نہیں ہے۔ ہاں فرض نماز میں قنوت نازلہ کے لئے ایسا ذکر ہے اور مسئلہ ما نحن فیہ کے لیے خاص نص موجود ہے۔ پھر کیسے دونوں برابر ہوں گے؟

وسلم قال من القائل الكلمة ؟ قال الرجل انا يا رسول الله قال لقد رأيت نفراً من الملٰئكة اكتنفوها فعرجوا بها فنظرت اليها حتى تغيبت عني (زوائد مسند البزار لابن حجر قلمی ص٦٦ باب صفة الصلوٰة)

کہ میں نے فرشتوں کی جماعت کو دیکھا کہ انہوں نے ان الفاظ کو گھیر لیا اور میں نے دیکھا کہ اوپر لے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میری نظر سے غائب ہو گئے۔

سوال ۱: علامہ نور الدین ہیثمی مجمع الزوائد ص۲۸۷ ج ۱ قلمی میں اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ "فیہ من لم اعرفہ" یعنی اس میں ایسا راوی ہے جس کو میں نہیں پہچانتا۔

جواب: بحمد للہ ہم نے سب کو پہچان لیا ہے۔ ومن عرف الشیٔ حجة علیٰ من لم یعرفه اور تفصیل وار اس کا حال بتاتے ہیں۔ چنانچہ ۱- بزار کے استاد ابو سہل الصفار الخزاعی البصری ہیں۔ تقریب ص۳۹۹ میں ان کو ثقہ لکھا ہے اور تہذیب ص۴۶۰ ج ۶ میں ائمہ ابو حاتم۔ نسائی اور دار قطنی سے ان کی توثیق نقل کی گئی ہے اور امام ابن حبان نے ثقات ص ۱۸۲ ج ۴ قلمی میں ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، ۲- اور ان کے شیخ یزید بن ھارون السلمی ابو خالد الواسطی مشہور و ثقہ محدث ہیں، جیسا کہ ان کے طبقہ سے ظاہر ہے اور تہذیب میں ان کا ذکر عبدة کے شیوخ میں کیا گیا ہے۔ یزید کی عام ائمہ حدیث مثلاً احمد، ابن المدینی، ابن معین، عجلی، ابوزرعہ، ابو حاتم، ابن سعد، ابن حبان، یعقوب بن شیبہ، ابن قانع سب

نے توثیق کی ہے کما فی التہذیب ص ٣٦٧-٣٦٨-٣٦٩ ج ١١۔ ان کے شیخ سعید بن المرزبان العبسی ابو سعید البقال الکوفی الاعور ہیں۔ ان کی کنیت بعض جگہ ابو سعید مذکور ہوئی ہے، جیسے الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ص ٦٢ ج ٣ قسم اول کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے۔ اس پر جروح واقع ہیں، مگر شہادت میں اس کی روایت معتبر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن عدی کہتے ہیں: **هو فی جمله صغار الکوفة الذین یجمع حدیثهم ولا یترک (التهذیب ص ٨٠ ج ٤)** یعنی یہ منجملہ ان ضعفاء میں سے ہیں جن کی روایتیں جمع کی جاسکتی ہیں اور ان کو بالکل ترک نہیں کیا جائے گا اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ **لا یحتج بحدیثه (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ص٦٢ ج٢ قسم اول)** یعنی ان کی حدیث کو حجت نہیں بنایا جاسکتا جس کے معنیٰ ہیں کہ مستقل طور پر نہیں بلکہ شہادت کے طور پر قابل قبول ہو سکتی ہے۔ نیز ص ٦٣ میں ابو زرعہ سے منقول ہے: **لین الحدیث مدلس صدوق لا یکذب** یعنی کمزور مدلس ہے، سچا ہے، جھوٹ نہیں بولتا۔ جس کا مطلب ہے کہ اس کی روایت دوسری روایتوں سے تائید پکڑ لے گی اور یہی معنیٰ امام بخاری کے قول منکر الحدیث کی ہے یعنی وہ صاحب افراد ہے لیکن جہاں صحیح روایتوں سے اس کی حدیث کی تائید ہوتی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے ایسی کئی روایتیں ہیں جن سے مسائل لیے جاتے ہیں۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں اس کی حدیثیں داخل کی ہیں اور ابو اسامہ نے اس کو ثقہ کہا ہے کما فی التہذیب۔

سوال ٢: ابو زرعہ کے قول سے معلوم ہوا کہ وہ مدلس بھی ہے؟

جواب: متابعت میں مدلس کی روایت کام دے سکتی ہے۔ ان کے استاذ میمون بن استاذ بصری ہیں، جیسا کہ امام بخاری کی تاریخ کبیر ص۳۳۹ ج۴ ق۱ اور ابن ابی حاتم کے الجرح والتعدیل ص۲۳۳ ج۴ ق۱ سے ظاہر ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن معین سے اس کی توثیق نقل کی ہے اور ابن حبان نے ثقات ص۲۱۴ ج۴ قلمی میں اس کو داخل کیا ہے۔

سوال ۳: تہذیب میں اس پر جروح وارد ہیں؟

جواب: وہ دوسرے راوی میمون ابو عبد اللہ مولیٰ ابن سمرۃ ہیں۔ امام بخاری، حافظ ابن ابی حاتم اور ابن حبان نے ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ اسی طرح ابن جوزی ضعفاء میں ابو عبد اللہ کو لائے ہیں اور ابن اشاذ کو نہیں لائے۔ الحاصل یہ روایت قابل قبول ہے۔ بالخصوص اس میں فضیلت و ثواب کا بیان ہے اور بموجب اصول (۱) خفیف ضعف والی روایت فضائل (۲) و ترغیب میں معتبر ہوتی ہے۔ بشرطیکہ جس مسئلہ کو بیان کرے وہ کسی اصل عام کے تحت مندرج ہو کما فیما نحن فیہ اور اس حدیث سے یہ دعویٰ بھی غلط ثابت ہوا کہ یہ ایک ہی روایت ہے۔

---

(۱) اس کے متعلق ہم نے ایک رسالہ بنام "القول اللطیف فی الاحتجاج بالحدیث الضعیف" لکھا ہے جس میں ائمہ محدثین کے اقوال جمع کیے ہیں، ۱۲ من عفی عنہ

(۲) صلوٰۃ التسبیح کی روایات سے یہ حدیث کئی حصہ زیادہ بہتر اور صحت کے قریب ہے کما لا یخفی علیٰ من لہ ادنیٰ ممارسۃ بالفن، ۱۲ منہ عفی عنہ

سترھویں حدیث شریف

عن ابن عمر قال، صلی لنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یوما صلوٰة فلما رفع رأسه من الرکوع قال سمع اللّٰه لمن حمده، فقال رجل من خلفه ربنا ولک الحمد کثیراً طیباً مبارکاً فیه. فلما انصرف رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال ثلاث مرات من المتکلم آنفا ؟ قال الرجل انا یا رسول اللّٰه. قال والذی نفسی بیده لقد رأیت بضعة و ثلاثین ملکًا یبتدرونها ایهم یکتبها اولاً رواه الطبرانی فی الکبیر (مجمع الزوائد ص۱۲۳.۲۴ ج۲ و معجم الکبیر للطبری ص۴۳۸ ج۱۲)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دن نماز پڑھائی۔ جب رکوع سے سر مبارک اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور آپ کے پیچھے کسی نے ربنا ولک الحمد کثیرًا طیبا مبارکًا فیہ کہا۔ سلام پھیرتے کے بعد آپ نے تین مرتبہ پوچھا کہ ابھی بولنے والا کون تھا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تھا۔ آپ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے تیس سے اوپر فرشتوں کو دیکھا کہ مبادرہ (ایک دوسرے سے جلدی) کر رہے تھے کہ پہلے کون لکھے۔

سوال ا: بقول صاحب مجمع الزوائد اس کی سند میں یسع بن طلحۃ منکر الحدیث راوی ہے؟

جواب: ہم نے ایسا ہی اس روایت کو دوسری روایات کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسا کہ علماء اہلحدیث دوسری روایات کے ساتھ ایسی روایات کی شہادتیں لاتے ہیں۔

مثال اول:

ا- آٹھ تراویح کی جابرؓ والی روایت اس کی سند میں عیسٰی بن جاریۃ ہے جس کو نسائی نے منکر الحدیث کہا ہے، کما فی المیزان ص ۳۱۱ ج ۲ اور خود اسی یسع بن طلحہ کی کئی روایتیں دوسری روایات صحیح کے ساتھ شہادت میں کام آتی ہیں، مثلاً سورۃ اخلاص پڑھنے کا ثلث قرآن کے برابر ہونا۔

۲- مکہ میں بعد العصر نفل کا جائز ہونا۔

۳- دو رکعت تحیۃ المسجد۔

۴- شیر خوار بچہ کے پیشاب سے صرف پانی ڈالنا۔

یہ روایات میزان ص ۳۲۱ ج ۳ اور لسان المیزان ص ۲۹۹ ج ۶ میں یسع کے ترجمہ میں مذکور ہیں۔

مثال دوم:

آمین کی آواز سے مسجد میں گونجنے کی حدیث ابن ماجہ ص ۶۲ میں موجود ہے۔ اس کی سند میں بشر بن رافع راوی ہے، جس کو ابوحاتم، دار قطنی اور عبدالبر نے منکر الحدیث کہا ہے (تہذیب ص ۴۴۹ ج ۱)

مثال سوم:

یہودیوں کا آمین سے چڑنا اس باب میں بھی ابن عباس کی حدیث ابن ماجہ میں ہے۔ اس کی سند میں طلحہ بن عمرو راوی ہے جو بسع سے بھی زیادہ مجروح ہے، اس کو ائمہ احمد، بخاری نسائی نے متروک الحدیث کہا ہے (میزان ص ۳۷۸ ج ۱) اور علماء فن جانتے ہیں کہ یہ لفظ اس لفظ سے کئی گنا سخت ہے۔ کیونکہ یہ لفظ جرح کے مرتبہ ثانیہ میں ہے۔ بلکہ بعض ائمہ مثلاً ابن ابی حاتم اور خطیب کے نزدیک مرتبہ اولیٰ میں ہے اور ایسے راوی کی روایت کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہوتی۔ خواہ احتجاجاً ہو خواہ استشہاداً اور لفظ منکر الحدیث مرتبہ رابعہ میں ہے۔ ان کی روایت شہادت کے لیے کارگر ہو سکتی ہے۔ کذا قالہ العلامۃ عبد الحی لکھنوی فی الرفع والتکمیل ص ۱۲ نقلاً عن شرح الفیۃ للعراقی۔ پس اگر طلحہ کی روایت شہادت میں پیش ہو سکتی ہے تو بسع کی روایت پیش کرنے میں کیا حرج ہے۔

مثال چہارم:

وضع الیدین علی الصدر کی ایک روایت جو کہ بیہقی ص ۳۰ ج ۲ میں مروی ہے، اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل راوی ہے جس کے متعلق حافظ ذہبی امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ منکر الحدیث (۱) (میزان ص ۲۲۱ ج ۳) ان مثالوں کو ذکر کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ جو مسئلہ اور صحیح روایات سے ثابت ہو، وہاں ایسی

---

(۱) دراصل اس کلمہ کا امام بخاری سے ثابت ہونے میں تامل ہے جیسا کہ ہم نے جزء رفع الیدین للبخاری کی تعلیق جلاء العینین میں بیان کیا ہے اور ہم نے اس مثال کو یہاں الزاماً ذکر کیا ہے، ۱۲ منہ

روایات مسئلہ کو تقویت دینے کے لیے پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ایسا اعتراض **وہی شخص** کرسکتا ہے جو محدثین کرام کے ذوق اور طریقہ کار سے ناواقف ہو اور جو ان کے اصول و قواعد سے اچھی طرح واقف ہیں وہ کبھی ایسی جرأت نہیں کرسکتے۔ فتنبہ ولا تکن من المفترین۔ الحمد للہ پہلا باب ختم ہوا۔

باب دوم

آثار موقوفہ ومقطوعہ کے بیان میں

ناظرین! اگرچہ بارہویں، تیرہویں، پندرہویں، سولہویں اور سترہویں احادیث سے صحابہ کا بھی عمل ظاہر ہوتا ہے، مگر تاہم مزید تسلی کے لیے صحابہ وتابعین کے آثار ذکر کیے جاتے ہیں۔

پہلا اثر

نا المعتمر عن ایوب عن الاعرج قال سمعت ابا هريرة يرفع صوته باللهم ربنا ولك الحمد (مصنف ابن ابی شيبة ص۱۷۱ ج۱ قلمی)

فقیہ عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ اللھم ربنا ولک الحمد سے اپنے آواز کو بلند کرتے تھے۔

تشریح: یہ اثر ان سب اوہام کو باطل کردیتا ہے جو کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے کسی صحابی کا مذکورہ دعا جھراً کہنا معمول نہیں رہا یا ۲۔ قولوا والی

حدیث میں جہر کا حکم نہیں ہے یا آپ نے صرف دعا کو پسند کیا جہراً کہنے کو نہیں وغیرہ۔ نیز ابو ہریرۃ خواہ امام تھے یا ماموم۔ صفوں میں صحابہ وتابعین کی جماعت کثیر موجود ہوگی مگر کسی نے اعتراض نہیں کیا کہ جہراً نہیں کہنا چاہیے اور ایسے ثبوت کو اکثر فقہاء کئی مسائل میں اجماع سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہم ایسی دعوی تو نہیں کرتے، مگر اس سے مسئلہ کی مذکورہ صورت کو تقویت پہنچتی ہے۔

دوسرا اثر

حدثنا حمام ثنا ابن مفرج ثنا ابن الاعرابی ثنا الدبری ثنا عبدالرزاق عن ابن جریج أخبرنی نافع أن عبدالله بن عمر کان اذا کان اماما قال سمع الله لمن حمده. اللهم ربنا لک الحمد حمداً کثیرا ثم یسجد لا یخطئه

(محلی لابن حزم ص۲۶۲ ج۳)

حضرت عبداللہ بن عمر کا غلام نافع اپنے آقا سے روایت کرتا ہے کہ آپ جب امام ہوتے تھے تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد حمداً کثیراً کہنے کے بعد سجدہ کو جاتے تھے۔ ان کلمات کو آپ کبھی بھی نہیں چھوڑتے تھے۔

تشریح: یہاں بھی جہراً کہنا صریحاً مذکور ہے کیونکہ دونوں جملے ملے ہوئے ہیں لہذا آدھے حصہ کو جہر پر اور باقی آدھے کو سر پر محمول کرنا بلا داعی یا دلیل درست نہیں ہے۔ نیز آپ کے پیچھے بھی علماء صحابہ وتابعین ہونگے لیکن کسی نے

اعتراض نہیں کیا ایضاً ابن عمر کا اہتمام وشدت سے سنت پر عامل رہنا مشہور ومعروف ہے۔ اس لیے آپ کا یہ عمل بڑی معنی رکھتا ہے۔

تیسرا اثر

حدثناابوبکر حدثنا حفص عن ابن جریج عن الزهری عن ابی سلمة عن ابی هریرة انه کان یقول اذا رفع رأسه اللهم ربنا لک الحمد (مصنف ابن ابی شیبة ص۱۷۰ ج۱ قلمی)

ابو سلمۃ بن عبدالرحمن مدنی تابعی حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اللّٰھم ربنا ولک الحمد کہتے تھے۔

تشریح: یہ اثر بھی تائید کرتا ہے، اگرچہ صریحاً جہر کا ذکر نہیں، مگر دوسرے اثر سے اس کی وضاحت ہوجاتی ہے۔

چوتھا اثر

اخبرنا ابوالقاسم عبدالعزیز بن عبدالله التاجر بالری انبا ابوحاتم محمد بن عیسی انبا اسحاق بن ابراهیم عن عبدالرزاق عن الثوری عن سلمة بن کهیل عن ابی الاحوص عن عبدالله قال اذا

ابو الاحوص عوف بن مالک الکوفی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو جو ان کے پیچھے ہوں

قال الامام سمع الله لمن حمده فليقل من خلفه ربنا لک الحمد (بیهقی ص۹۷ ج۲ مصنف ابن ابی شیبة ص۱۷۴ ج۱ قلمی عن وکیع عن سفیان به)	وہ ربنا لک الحمد کہیں۔

سوال: یہاں واقعی قول کے ساتھ مطلقاً خطاب ہے جس سے جہر مراد ہے مگر ابن ابی شیبہ ص۲۸۰ ج۱ قلمی میں حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ "انه کان یخفی بسم الله الرحمٰن الرحیم والاستعاذة وربنا ولک الحمد" یعنی آپ یہ تینوں آہستہ پڑھتے تھے یہ قرینہ بتاتا ہے کہ یہاں قول سے مراد آہستہ ہے۔

جواب: اولاً اس کی سند میں ابن ابی شیبہ کے استاذ ہیثم بن بشیر مدلس ہے (تقریب ص۵۳۳) اور یہ اثر عن سے روایت کیا ہے لہٰذا معتبر نہیں ہے اور اس کی تدلیس مرتبہ ثالثہ کی ہے (طبقات المدلسین لابن حجر ص۱۶)

ثانیاً ان کے استاذ ابی سعید بن المرزبان ہیں جس کا تذکرہ باب اول کی سولھویں حدیث میں گذرا۔ وہاں تائیداً اس کی حدیث لانی بہتر تھی مگر یہاں اس کی کوئی تائید نہیں ہے۔ اس لیے احتجاجاً نہیں پیش کی جاسکتی۔

ثالثاً یہ خود مدلس بھی ہے جیسا کہ اوپر ابوزرعہ کے قول سے معلوم ہوا اور یہاں معنعناً روایت ہے اور یہ بھی عدم حجیتہ کی دلیل ہے۔ پس ایسی روایت سے تخصیص اصولاً غلط ہے۔

پانچواں اثر

وبه الی ابن جریج عن اسماعیل بن امیة عن سعید بن ابی سعید المقبری انه سمع اباهریرة وهو امام للناس فی الصلوٰة یقول سمع الله لمن حمده اللهم ربنالک الحمد کثیراً یرفع ذلک صوته و نتابعه معاً

(المحلی لابن حزم ص۲٦۲ ج۳، بیهقی ص٩٦ ج۲)

ابوسعید مقبری سے روایت ہے کہ حضرت ابوھریرۃ امام ہوکر نماز پڑھاتے اور کہتے تھے **سمع الله لمن حمده اللهم ربنا لک الحمد کثیراً** دعا سے اپنے آواز کو بلند کرتے تھے۔ اور ہم (مقتدیوں نے) بھی آپ کے ساتھ متابعت کی۔

تشریح: اس جگہ امام اور مقتدیوں کا جھراً آکہنا ثابت ہوا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نبوی نماز خواہ صحابہ وتابعین کا یہی عمل تھا کیونکہ جماعت میں اصحاب وتابعین سب تھے۔

سوال: سعید وفات سے چار سال قبل مختلط ہو چکے تھے، کما فی التقریب ص۱۸۷

جواب: لیکن اختلاط کے بعد کسی نے اس سے حدیث نہیں سنی۔ حافظ ذھبی نے میزان الاعتدال ص۳۸۲ ج۱ میں لکھا ہے کہ "ما احسب احدا اخذ عنہ فی الاختلاط" یعنی میرے گمان میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس نے اس سے بحالت اختلاط

حدیث لی ہو۔ پس یہ اثر بوجہ قبل الاختلاط ہونے کے صحیح ہے۔ فافہم

چھٹا اثر

حدثنا ابوبکر قال نا ابن علیة عن ابن عوف قال کان محمد یقول اذا قال سمع الله لمن حمده قال من خلفه سمع الله لمن حمده اللهم ربنا لک الحمد (ابن ابی شیبة ص۱۷۴ ج۱ قلمی)

فقیہ عبداللہ بن عون بصری سے روایت ہے کہ امام محمد بن سیرین تابعی کہتے تھے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو مقتدی بھی سمع اللہ لمن حمدہ اللھم ربنا لک الحمد کہے۔

تشریح: یہاں بھی قول کے ساتھ خطاب ہے لیکن سمع اللہ لمن حمدہ میں ان کا قول حجت نہیں ہے۔ کیونکہ تابعی کا قول کسی کے ہاں حجت نہیں ہے۔ ہاں ان کا قول تائیداً پیش کیا جا سکتا ہے، سو جملہ دوم کے لیے تو احادیث و آثار ثابت ہیں مگر جملہ اولیٰ کے لیے نہیں ہیں، بلکہ باب اول کی ساتویں حدیث میں گذرا کہ انتقالات کی تکبیریں مقتدیوں کو آہستہ آہستہ کہنی چاہئیں اور سمع اللہ لمن حمدہ تکبیر کے قائم مقام ہے۔ فافہم

ساتواں اثر

حدثنا ابوبکرنا محمد بن فضیل عن مطرف عن عامر قال لا یقول القوم خلف

مطرف بن عبداللہ عامری سے روایت ہے کہ امام عامر بن شراحیل شعبی نے کہا کہ قوم یعنی

الامام سمع الله لمن حمده و لكن ليقولوا اللهم ربنا ولك الحمد (ابن ابی شیبة ص۱۴۲_۱ قلمی)

جماعتی امام کے پیچھے سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہیں لیکن وہ اللّٰھم ربنا ولک الحمد کہیں۔

تشریح: یہاں امر خواہ نہی دونوں میں قول سے خطاب ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ جہراً نہ کہیں لیکن دوسرا جملہ جہراً کہیں اور یہ مطلب لینا غلط ہے کہ مقتدی پہلا جملہ بالکل ہی نہ کہیں۔ اس کی مزید تحقیق انشاءاللہ خاتمہ میں آئے گی۔

آٹھواں اثر

حدثنا مقاتل ثنا عبدالله بن المبارک انا اسمٰعیل حدثنی عبد ربه بن سلیمان بن عمیر قال رأیت ام الدرداء رضی الله تعالیٰ عنها ترفع یدیها فی الصلواة حذو منکبیها حین تفتح الصلوٰة وحین ترکع فاذا قالت سمع الله لمن حمده رفعت یدیها وقالت ربنا ولک الحمد (جزء رفع الیدین للبخاری ص۷)

عبد ربہ بن سلیمان عمیر سے روایت ہے کہ میں نے ام الدرداء (حضری تابعیہ) کو دیکھا کہ وہ اپنے کولھوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھاتی تھی، جس وقت نماز شروع کرتی۔ جس وقت رکوع کرتی اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتی تو دونوں ہاتھ اٹھاتی اور ربنا ولک الحمد کہتی تھی۔

سوال: عبدربہ کو میزان ص۹۶ ج۲ میں مجہول لکھا ہے؟

جواب: یہ مجہول نہیں ابن حبان نے ثقات ص۱۷۵ ج۳ قلمی میں اس کو داخل کیا ہے اور امام بخاری نے اس کی راویت سے حجت لی ہے۔ نیز تہذیب ص۱۲۷ ج۶ میں ابن حبان کی توثیق منقول ہے اور خلاصہ ص۲۲۳ میں لکھا ہے کہ وثقہ ابن حبان نیز ذہبی میزان میں یہ لفظ اس پر استعمال کرتے ہیں جس پر ابن ابی حاتم نے کوئی کلام نہیں کیا ہو جیسے کہ مقدمہ میں اس نے تصریح کی ہے۔ سو واقعی ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل ص۳۴۳ ج۳ق میں ذکر کیا ہے لیکن اس پر کوئی جرح یاتعدیل ذکر نہیں کیا ہے مگر جبکہ وہ دوسروں کے ہاں معروف ہے تو پھر وہ مجہول نہیں رہا اسی لیے ذہبی نے میزان میں یوں کہا ہے مجہول ہو فی الثقات لابن حبان آھ جس کا مطلب ہے کہ ذہبی بھی اس کو مجہول نہیں مانتے۔

الحاصل! آثار صحابہ کرام وتابعین عظام سے بھی مسئلہ اچھی طرح روشن ہوگیا اور یہاں پر دوسرا باب ختم ہوتا ہے۔

الخاتمة

بحمدللہ ومنہ وفضلہ وامتنانہ مسئلہ کو بخوبی واضح ومبرہن کردیا ہے۔ اب چند مسائل ضروریہ جو مسئلہ ھٰذا سے تعلق رکھتے ہیں بیان کیے جاتے ہیں۔

سوال۱: اوپر حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بعض میں **ربنا ولک الحمد** اور بعض میں **اللھم ربنا ولک الحمد** اور بعض میں **اللھم ربنا لک الحمد** واو کے بغیر وارد ہے۔ ان میں کونسی دعا صحیح ہے؟

جواب: صحیح حدیثوں میں جو جو الفاظ وارد ہیں سب صحیح ہیں اور سب سنت ہیں۔ سب پر نوبت بنوبت عمل کرنا چاہیے۔ بعض کو لینا، بعض کو ترک کرنا روا نہیں ہے۔

سوال ۲: ابتدائی نو حدیثوں سے بعض نے یہ استدلال کیا ہے کہ امام کو ربنا لک الحمد نہ کہنا چاہیے کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: یہ استدلال غلط ہے۔

اولاً اس لیے کہ ان احادیث میں یہ انکار نہیں۔

ثانیاً بلکہ یہاں تو مقتدیوں کو دعا کا وقت بتانے کے لیے ایسا کہا گیا ہے نہ کہ تقسیم ہورہی ہے۔

ثالثاً اگرچہ یہاں صریحاً ذکر نہیں ہے مگر دسویں، گیارہویں اور چودہویں احادیث میں صراحت کے ساتھ بیان ہے کہ امام کو بھی کہنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ کے دو بڑے شاگرد امام ابویوسف اور امام محمد اس کے قائل ہیں اور حنفی مذہب کے بہت بڑے عالم اور مجتہد طحاوی بھی اس کے قائل ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

فلما ثبت اتفاقهم ان المصلی وحده یقول بعد قوله سمع الله لمن حمده ربنا ولک الحمد ثبت ان الامام ایضا یقولها بعد قوله سمع الله	جب اس پر اتفاق ثابت ہے کہ اکیلا نماز پڑھنے والا سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ربنا ولک الحمد کہے تو ثابت ہوا کہ امام بھی ان کلمات (ربنا ولک الحمد) کو سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد

لمن حمده فهٰذا وجه النظر ایضاً فی هذا الباب فبهٰذا ناخذ وهو قول ابی یوسف و محمد (شرح معانی الاثار ص۱۴۱ج۱)

کہے۔ اس باب میں یہی بات قرین قیاس ہے، ہم اس کو لیتے ہیں۔ یہی امام ابویوسف اور امام محمد کہتے ہیں۔

مثال: اس کی آمین کا مسئلہ ہے اس میں بھی یہ الفاظ ہیں **"اذا قال الامام غیرالمغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین"** اس سے بھی بعض نے یہ استدلال کیا ہے کہ امام کو آمین نہیں کہنی چاہیے۔ لیکن ان کا استدلال غلط ہے کیونکہ متعدد احادیث سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بحیثیت امام ہونے کے آمین کہنا ثابت ہے۔ اسی طرح یہ بھی استدلال غلط ہے۔ کیونکہ ثبوت یہاں بھی موجود ہے کما مضیٰ۔

سوال۳: بعض ان ہی روایات سے یہ بھی لیتے ہیں کہ مقتدی صرف ربنا ولک الحمد کہے اور سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہے کیا یہ درست ہے؟

جواب: یہ بھی درست نہیں۔ مقتدیوں کو محل بتانے سے کب لازم آتا ہے کہ وہ خود سمع اللہ لمن حمدہ کہیں ہی نہیں؟

ثانیاً بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں کو جمع کرنا جیسے دوسری حدیثوں میں مذکور ہے صاف بتاتا ہے کہ ہر نمازی، امام، مقتدی اور منفرد سب ایسا ہی کریں کیونکہ حکم ہے کہ "صلوا کما رایتمونی اصلی" اور استثناء کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

ثالثاً امام بخاری نے ایسی ہی ایک حدیث پر باب باندھا ہے کہ **"باب ما**

يقول الامام ومن خلفه اذا رفع راسه من الركوع" (بخاری ص۱۰۹ ج۱)

رابعًا یہ روایات ان روایات پر قاضیہ ہیں کیونکہ ذکر عدم الذکر پر مقدم ہوتا ہے۔

خامسًا بارہویں حدیث سے بھی عموم معلوم ہوتا ہے۔

سادسًا ایک حدیث میں ہے کہ:

عن ابی هريرة قال كنا خلف النبی صلی الله عليه وسلم فقال سمع الله لمن حمده قال من ورائه سمع الله لمن حمده (سنن دارقطنی ص۲۹ ج۱)	ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتے تھے پھر آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے اور آپ کے پیچھے والے بھی سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے۔

اس روایت میں اگرچہ کلام ہے۔ مگر شہادت کے لیے کافی ہے اور یہاں قول خطا باواقع نہیں ہوا۔ لھذا محمول علی الجھر نہیں ہوسکتا ہے۔ ہاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہنا جہر پر محمول ہوگا اس لیے کہ جہر کے بغیر مقتدیوں کو کیسے خبر لگے گی۔

سابعًا جیسے کہ اگلے مسئلہ میں معلوم ہوگا۔

مثال اس کی وہی حدیث "اذا قال الامام غيرالمغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين" ہے۔ کیا یہ استدلال کرنا کہ مقتدی سورۃ فاتحہ نہ

پڑھے صحیح ہوگا؟ ہرگز نہیں اس لیے کہ اس باب میں احادیث صریحہ موجود ہیں۔ اسی طرح یہ استدلال بھی درست نہیں۔ کیونکہ مقتدی کے کہنے کے لیے بھی دلائل موجود ہیں۔

سوال ۴ : گیارھویں حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع سے پیٹھ سیدھی کرتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہا جائے اور پندرھویں روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدھا ہو کر پھر کہے صحیح طریقہ کونسا ہے؟

• **جواب:** پندرھویں حدیث روایت مجمل ہے اور گیارھویں اس کا تفسیر و بیان ہے۔ ثانیًا نیز دونوں حدیثوں میں تطبیق ممکن ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ:

ويمكن الجمع بينهما بان معنى قوله فلما رفع رأسه اى فلما شرع فى رفع رأسه ابتدأ القول المذكور واتمه بعد ان اعتدل

(فتح الباری ص۲۲۷ ج۲)

ان دونوں روایتوں پر اکٹھا عمل ہوسکتا ہے، اس طرح کہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت یہ کلمہ (سمع اللہ لمن حمدہ) شروع کرکے سیدھے ہونے تک ختم کیا جائے۔

ثالثًا بصورت دیگر یہ خرابی لازم آئے گی کہ انتقال من الرکوع الی القیام کے لیے کوئی ذکر یا تکبیر نہیں ہے۔ حالانکہ ہر انتقال کے لیے تکبیر جدا ہے اور رکوع سے اٹھنے کے لیے تکبیر کے بجاء سمع اللہ لمن حمدہ مشروع ہے۔ اب اگر سیدھے ہونے کے بعد کہیں گے تو پھر انتقال کے لیے آپ کو دوسری دعا ایجاد کرنی پڑے گی۔ جس کی بلادلیل آپ کو اجازت نہیں ہے۔ الغرض انتقال کی دعا الگ ہے اور قیام

کی الگ۔ الحمدللہ یہ رسالہ خیر و خوبی کے ساتھ اتمام کو پہنچا۔

والحمدلله رب العالمين
والصلوٰة والسلام علىٰ
سيد المرسلين وعلىٰ آله
وصحبه اجمعين وعلىٰ
اتباعهم الىٰ يوم الدين